بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ رمضان کی چیخ

الحَمْدُ للّٰہ القائلِ : ﴿ ولاتَقْفُ مَالَیْسَ لکَ بِهِ عِلْمٌ ﴾ [سورۂ بنی اسرائیل: ۳۶] والصَّلوۃُ والسَّلامُ علیٰ سیّدِنا مُحَمّدٍ القائلِ : ''کفیٰ بالمَرءِ کَذِبًا أن یُحَدِّثَ بکُلِّ مَا سَمِعَ'' [صحیح مسلم ۲] وعلیٰ آلہ وصَحْبِهِ العَامِلِین بقوله: ﴿إنْ جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبأٍ فتَبَیَّنُوا ﴾ [سورۂ حجرات:۶] وسَلِّمْ تسلیمًا کثیرًا۔

اما بعد: باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاذَا جَاءَ هُمْ أمْرٌ مِنَ الأمْنِ أوِ الخَوفِ أذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إلیٰ الرَّسُولِ وإلیٰ أُوْلی الأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِینَ یَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ﴾ [سورۂ نساء: ۸۳]

ترجمہ: اور جب ان کے پاس کوئی خبر امن یا ڈر کی پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں، اور اگر وہ اسے رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچاتے تو اس کی تحقیق کرتے جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو البتہ تم شیطان کے پیچھے ہو لیتے سوائے چند لوگوں کے۔

آیت کریمہ میں مسلمانوں کے لئے تین ہدایات ہیں :

پہلی ہدایت: سنی سنائی باتوں کو (اطمینان دلانے والی ہو یا ڈرانے والی) بغیر تحقیق کے پھیلانا، مسلمان کی شان اور سمجھداری کے خلاف ہے۔

دوسری ہدایت: ہر معاملہ کی تحقیق، اس معاملہ میں بصیرت رکھنے والے ماہرین اور تجربہ کاروں کے حوالہ کرنے سے ہوتی ہے، جو اس بات کی اچھی طرح سے جانچ پڑتال، اور اس کے کھرے کھوٹے کو معلوم کرنے کا فن جانتے ہوں۔

تیسری ہدایت: ہر بات یا خبر پھیلانے اور شائع کرنے کے لائق نہیں ہوتی، اگرچہ وہ صحیح ہو، جب کہ اس کا پھیلانا مصلحت کے خلاف ہو۔

یہاں پر کسی کو یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ : غلط بات پھیلانا تو مصلحت کے خلاف سمجھ میں آتا ہے، لیکن صحیح بات کا پھیلانا مصلحت کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ : احادیث میں اس کی مثالیں ہیں، مثال کے طور پر جب حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ سے فرمایا : "بندوں کا حق ہے خدا تعالیٰ پر کہ : وہ اُن کو عذاب نہ دے جب تک کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیراتے ہوں" تو حضرت معاذؓ نے درخواست کی کہ : کیا میں لوگوں کو اس کرمِ الٰہی کی خوش خبری سنادوں؟ تو آپ ﷺ نے منع فرماکر ارشاد فرمایا کہ : کہیں ایسا نہ ہو کہ، لوگ اس بات کے بھروسہ پر مطمئن ہو کر، عمل میں کوتاہی کریں۔

مذکورہ بالا ہدایات کی روشنی میں ہم اگر ہمارے معاشرہ پر نظر ڈالیں، تو بڑے افسوس سے یہ کہا جائے گا کہ : رمضان المبارک جیسے مقدس مہینہ میں، ابھی چند سالوں سے بعض ناسمجھ لوگوں نے یہ مشغلہ بنا رکھا ہے کہ : مسلمانوں کو عبادت و نیک عمل کی طرف دعوت دینے کے بجائے، اُن کے درمیان اختلافی مسائل، یا پھر بے بنیاد باتوں اور افواہوں کو پھیلا کر، عمل سے روکنے کی مہم چلاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک افواہ یہ پھیلائی جاتی ہے کہ : پندرہویں رمضان کا دن اگر جمعہ کا دن واقع ہو رہا ہو، تو اس دن آسمان سے ایک آفت نازل ہو گی، خوفناک آواز کی شکل میں، جس کے نتیجہ میں ہزاروں انسانوں کی موت ہو گی۔ اور اس افواہ کی بنیاد ایک بے اصل حدیث قرار دی جاتی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :

پندرہ رمضان جمعہ کے دن چاشت کے وقت آسمان سے ایک ہولناک آواز سنائی دے گی، جس کے سننے سے ہزاروں انسان دم توڑ دیں گے۔

اور اُس حدیث میں اس بلاء سے نجات پانے کے یہ تدبیریں ذکر کی گئیں ہیں :

۱۔ پندرہ رمضان جمعہ کے دن کی فجر کی نماز ادا کر کے، ہر شخص جلدی سے اپنے گھر لوٹ آئے۔

۲۔ گھر کے دوازے کھڑکیاں بند کر لے، اور آواز پار ہونے سے روکنے کی ہر ممکنہ کوشش کرے۔

۳۔ اپنے آپ کو کمبل سے ڈھانپ لے۔

۴۔ کان کے سوراخوں کو اچھی طرح سے بند کر لے۔

۵۔ اور پھر اُس خوفناک آواز سننے کا منتظر رہے۔

٦۔ جس وقت سنائی دے، تو جھٹ سر بسجود ہو کر یہ تسبیح پڑھے: سبحان القدوس، سبحان القدوس، ربنا القدوس۔

۷۔ جو شخص ان باتوں پر عمل کرے گا وہ نجات پائے گا، اور جو نہ کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا، یا پھر اندھا، یا بہرا، یا گونگا ہو گا۔

یہ اس حدیث کا خلاصہ ہے، اور اُس میں تین باتیں اہم ہیں:

ا۔آواز کے آنے کے دن اور تاریخ کی تعیین۔

۲۔آواز کی کرختی اور ہولناکی۔

۳۔اس آفت سے بچنے کی مختلف تدبیریں۔

۴۔تدبیر اختیار نہ کرنے کی صورت میں موتِ محقق۔

ان چار باتوں کو دھیان میں رکھیں، اس لئے کہ ان کی طرف آئندہ متوجہ کیا جائے گا۔

اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ: قرآن کریم کی ہدایت یہ ہے کہ: ہر معاملہ کی تحقیق، اس معاملہ میں بصیرت رکھنے والے، ماہرین اور تجربہ کاروں کے ذریعہ کرو۔اب جبکہ معاملہ حدیث کا ہے، تو چاہئے کہ ہم اس حدیث کے بارے میں علماء حدیث کی طرف رجوع کرکے، اُن کی رائے معلوم کریں۔

ایک موٹی بات یہ بھی معلوم ہونی چاہئے کہ : کسی بھی حدیث کا کسی کتاب میں حضور ﷺ کی طرف نسبت کے ساتھ وارد ہونا، اس حدیث کے حضور ﷺ سے ثابت ہونے کے لئے کافی نہیں ہے، جب تک کہ اس حدیث میں دو باتیں نہ ہوں:

پہلی بات: ثبوت سند، یعنی حدیث نقل کرنے والے راویوں کا سلسلہ حضور ﷺ تک متصل ہو، درمیان میں انقطاع واقع نہ ہو، اور یہ کہ یہ تمام راوی علماء حدیث کے نزدیک معتبر ہوں۔

دوسری بات: ثبوت متن، یعنی حدیث کے الفاظ کا شریعت کے اصول، قواعد، اور اس کی تعلیمات کے ساتھ موافقت کرتے ہوں، ان کے خلاف نہ ہوں۔

پس جس حدیث میں یہ دو باتیں پائی جاتی ہوں، وہ قابل قبول ہوتی ہے، ورنہ نہیں۔

رمضان کی آواز والی مذکورہ حدیث کو، اگر ہم اس کسوٹی پر پرکھیں، تو صاف طور سے یہ معلوم ہو جائے گا، کہ یہ حدیث بے اصل ہے، اور وہ نہ سند کے اعتبار سے ثابت ہے، نہ الفاظ کے اعتبار سے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ: یہ حدیث کتابوں میں چند صحابہ کے حوالہ سے حضور ﷺ کی طرف منسوب وارد ہوئی ہے، لیکن اس میں چند قابل غور باتیں ہیں، اور وہ یہ ہیں کہ:

ا۔ یہ حدیث مذکورہ بالا تفصیلات کے ساتھ، احادیث کے پورے ذخیرہ میں صرف ایک ہی صحابی: حضرت ابن مسعودؓ کے واسطے سے وارد ہوئی ہے، اور دیگر چند صحابہ سے صرف یہ الفاظ کے ساتھ وارد ہے کہ: (رمضان میں ایک آواز سنائی دے گی) مزید کوئی بات نہیں، یعنی اوپر ذکر کردہ چار باتوں میں سے ایک بھی نہیں، اور وہ صحابہ کرام یہ ہیں: حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت ابن عباسؓ وغیرہم۔

یعنی اتنا بڑا حادثہ جس میں ہزاروں کی جان کا خطرہ ہے، اُس سے آپ ﷺ نے صحابہ کی پوری جماعت میں سے صرف ایک صحابی کو آگاہ کیا، کیا یہ بات معقول ہے؟

۲۔ حضرت ابن مسعودؓ والی روایت کا اصل مصدر نعیم بن حماد کی کتاب الفتن (حدیث ٦١٩) ہے، اکثر کتابوں میں اسی کے حوالہ سے مذکور ہے۔

۳۔ دیگر روایات میں اُس آواز کی شدت کا صرف اتناذکر ہے کہ: سویا ہوا شخص بیدار ہو جائے گا، اور جاگتا ہوا گھبرا جائے گا۔ اور یہ کہ یہ آواز کا وقت رات کا ہے، بعض روایات میں یہ ہے کہ: یہ آواز پندرہ سے لیکر بیس رمضان تک کے درمیان ہو گی۔

۴۔ مذکورہ احادیث کی کوئی بھی سند انقطاع یا راویوں کے شدتِ ضعف سے خالی نہیں، بلکہ بعض روایتوں کا دارو مدار جھوٹے، مجہول، کمزور حافظہ والے، اور واجب الترک راویوں پر ہے، جیسے: حارث اعور ہمدانی، عبدالوھاب بن حسین، ابن لہیعہ، مسلمہ بن علی، اسماعیل بن عیاش وغیرہ، ان راویوں کے حالات اگر "اسماء الرجال" کی کتابوں میں دیکھے جائیں تو صاف طور سے یہ پتہ چلتا ہے، کہ ان میں ایک بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔

۵۔ مزید ایک بات بھی اہمیت کی حامل ہے کہ: اس حدیث کا تذکرہ کتابوں میں حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت کی نشانیوں میں آتا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ گمراہ فرقوں نے اس باب میں کثرت سے من گھڑت روایات ایجاد کی ہیں، اس لئے احتیاط کی ضرورت ہے، اور ہر کسی روایت پر اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔

یہ حال تو اس حدیث کا سند کے اعتبار سے ہے، رہا اس سے زیادہ اہم مسئلہ وہ یہ کہ: اس حدیث کے الفاظ بھی شریعت کے کئی اصولوں، قواعد، اور تعلیمات کے خلاف ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے:

پہلی بات: صحیح حدیث میں یہ آتا ہے کہ: آپ ﷺ آفتوں اور بلاؤں سے پناہ حاصل کرنے کے لئے، مسجد کی طرف تشریف لے جاتے تھے [دیکھئے ابوداود ١٠١١ مستدرک حاکم ١٢٤١] جبکہ زیر بحث حدیث میں یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ: مسجد چھوڑ کر گھر کی طرف دوڑ کر، اس میں پناہ لو۔

دوسری بات: صحیح حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ فجر کی نماز کے بعد اپنی جگہ پر تشریف فرما کر اشراق تک ذکر واذکار میں مصروف رہتے تھے [مسلم ۶۷۰ ابوداود ۱۱۰۲] جبکہ زیر بحث حدیث میں یہ ہے کہ : فجر کی نماز پڑھ کر جلدی سے گھر لوٹ جاؤ۔

تیسری بات: شریعتِ مطہرہ ناگہانی آفتوں اور بلاؤں سے بچنے کی تدبیر کے لئے، اپنی حالت ٹھیک کرنے اور اعمال میں لگنے کی تعلیم دیتی ہے، جیسے استغفار کی کثرت، توبہ ندامت، پناہ مانگنے کی دعائیں، اور یہ حدیث ان تعلیمات کے برخلاف انسانی تدبیروں کے اختیار کرنے کی تلقین کرتی ہے، جیسے: دروازے وغیرہ بند کرنا، کمبل اوڑھنا، کانوں کو بند کردینا۔

قرآن کریم میں قوم ثمود کے بارے میں آیا ہے کہ : وہ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے، اور یوں خیال کرتے تھے کہ یہ مضبوط و مستحکم عمارتیں اُن کو اللہ کے عذاب سے محفوظ کردے گی، لیکن ہوا یہ کہ اللہ تعالی کا عذاب ہیبت ناک چیخ کی شکل میں آیا، اور ایک دم سب منہ کے بل گر کر ختم ہوگئے، اور اُن کی مضبوط عمارتیں ان کو عذاب الٰہی سے بچا نہ سکی۔

کیا قہر الٰہی کے مقابلہ میں انسانوں کی تدبیریں کار گر ہوسکتی ہیں؟ بالکل نہیں، طوفان نوح کے وقت نوح علیہ السلام نے کہا تھا: ﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ﴾ [سورۂ ہود ۴۳]۔

چوتھی بات: صحیح حدیث میں آیا ہے کہ : اعمال میں سبقت کرو، کس چیز کا انتظار کرتے ہو: بُھلا دینے والے فقر کا، یا سرکش کردینے والی مالداری کا، یا خلل ڈالنے والی بیماری کا، یا عقل کھودینے والے بڑھاپے کا، یا اچانک آنے والی موت کا، یا دجال کے ظہور کا، یا قیامت جو سخت کڑوی ہے [ترمذی ۲۲۲۸] جبکہ زیر بحث حدیث میں یہ کہا گیا کہ مسجد چھوڑ کر گھر جاؤ، اور وہاں آفت کے آنے کا انتظار کرو، جب آجائے تو اعمال میں لگو۔

پانچویں بات: حافظ ابن القیم نے ایک بہت کام کا قاعدہ ذکر کیا ہے: وہ یہ ہے کہ : ہر وہ حدیث جس میں قیامت کی نشانیوں کے وقوع یا قیامت کے قریب آنے والے فتنوں کا ذکر (دن یا سال کی تاریخ کی تعیین کے ساتھ) آیا ہو، تو وہ حدیث بے اصل ہے، یعنی مذکورہ شرط ملحوظ رکھتے ہوئے [نقد المنقول ۱/۱۰]۔

چھٹی اور آخری بات : ہم زیر بحث حدیث کو علمائے حدیث کے سامنے پیش کر کے ،اُن کی رائے معلوم کرتے ہیں،تو ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کیا فرماتے ہیں :

حافظ حاکم نیسابوری فرماتے ہیں:اس حدیث کا راوی(مسلمۃبن علی) قابل احتجاج نہیں[مستدرک حاکم ۸۵۸۰]

حافظ ذھبی اور ابن جوزی: یہ من گھڑت حدیث ہے[تلخیص المستدرک موضع بالا،الموضوعات لابن الجوزی ۳/۱۹۰]

حافظ عقیلی: یہ حدیث کسی بھی سند ثابت نہیں [ضعفاء عقیلی ۳/۵۲]

حافظ عجلونی: یہ احادیث مجموعی طور پر باطل ہیں [کشف الخفا ۲/۴۲۳]

خلاصہ : پندرہ رمضان کی چیخ والی روایت غیر معتبر ہے،اس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کرنا درست نہیں ہے۔ واعظین اور مقررین کو اس طرح کی روایات پھیلا کر لوگوں کو خوفزدہ کرنا مناسب نہیں ہے۔اللہ تعالی سب کو فہم سلیم عطا فرمائے۔

جمعہ وحررہ العاجز: محمد طلحہ بلال احمد منیار عفی عنہ